ثابت ہو سکتا ہے۔ صدر پاکستان کے حالیہ دورے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس رشتہ کو اب بھی مضبوط کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ اس نوع کی کوششیں اگر اخلاص و تدبر پر مبنی ہوں تو شاندار نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور اتحاد عالم اسلامی کا پرانا خواب نہ صرف حقیقت و بیداری کی شکل اختیار کر سکتا ہے بلکہ اس طرح کی مساعی کی بدولت پورے عالم اسلامی میں اسلامی اقدار کے لیے طلب و جستجو کے جذبات کو ابھارا بھی جا سکتا ہے۔

کچھ ادبی حلقوں کی طرف سے یہ تجویز پیش کی جا رہی ہے کہ پنجابی زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔ ہم اس سے دیانتدارانہ اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ کوئی شخص بھی پنجابی ادب کے فروغ و ترقی کا مخالف نہیں۔ وارث شاہ اور بلھے شاہ نے اپنے کمالات فن کا جس پیاری اور البیلی زبان میں اظہار کیا ہے اسے بلاشبہ زندہ رہنا چاہیے۔ اسے زندہ رہنے اور ترقی کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ اس کی شاعری، اس کے گیت اور جاندار لغات اس کا مایۂ ناز سرمایہ ہیں۔ اور ایسا سرمایہ ہیں کہ جس کے بل بوتے پر یہ زبان زندہ رہے گی یہ اس لیے نہیں پھلے پھولے گی اور پروان چڑھے گی کہ اردو کی حریف ہے۔ اس لیے بھی نہیں کہ پنجابیوں میں اس کے لیے کوئی خاص تعصب پایا جاتا ہے۔ بلکہ اس لیے کہ اس میں ترقی و فروغ کی وہ تمام صلاحیتیں پائی جاتی ہیں جنھیں کسی ہونہار زبان میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ یا جو کسی زبان کی زندگی کی بجا طور پر ضامن ہو سکتی ہیں۔ یعنی نکھار، بانکپن، زور اور رسیلاپن سبھی چیزیں تو اس میں موجود ہیں۔ مگر اس کے پہلو بہ پہلو دیکھنا یہ ہے کہ ہم زندگی کے کس مرحلہ میں سے گزر رہے ہیں۔ ہمارے مقاصد کیا ہیں۔ اور گذشتہ صدی سے ہماری ادبی و علمی کوششوں نے اظہار مطالب کی کیا متعین صورت اختیار کی ہے۔ اور آیا اس تجویز سے ہماری ان گراں قدر مساعی کو نقصان تو نہیں پہنچتا جو ماضی میں ہم نے انجام دیں اور جن پر ہمیں ناز ہے۔ خدا خدا کر کے اردو نے یہ مقام حاصل کیا ہے کہ ہمارے علمی، تصنیفی اور ادبی تقاضوں کو پورا کر سکے۔ ہم میں وحدت خیال کی روح پھونک سکے۔ ہم میں تہذیبی یکسانی پیدا کر سکے۔ اور ملک کے تمام خطوں کو ایک فکری رشتے میں منسلک کر سکے۔ اب اگر ہماری توجہات مختلف مقامی بولیوں کے نشوونما و ارتقاء کی طرف مبذول ہو گئیں۔ اور ہم نے اپنے اونچے، وسیع تر، اور تہذیبی و تمدنی نصب العینوں کو پس پشت

ڈال دیا تو یہ کتنی بڑی محرومی ہو گی۔

پنجابی کے بہی خواہوں کو اس حقیقت پر بھی غور کرنا چاہیے کہ زبانوں کے نشو و ارتقا میں کن عناصر کو حقیقۃً دخل حاصل ہے؟ اور کون عناصر ایسے ہیں جو صرف پروپیگنڈا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر یہ حضرات پنجابی کی حقیقی ترقی کے خواہاں ہیں اور اس کو ایک تہذیبی ورثہ کی حیثیت سے زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو اس میں غالب، میر، نذیر احمد، شبلی، حالی، ابوالکلام اور اقبال ایسی بلند شخصیتیں پیدا کرنا چاہیئں۔ ثروت افکار اور ثروت اشخاص کے بغیر کوئی زبان بھی شائستہ التفات نہیں ہو پاتی۔ ہماری رائے میں جب تک کچھ پڑھے لکھے اور با ذوق حضرات اس کو اپنی فکری صلاحیتوں سے مالا مال نہیں کرتے اور سنجیدگی سے تصنیف و تالیف اور گوناگوں تراجم کے ذریعہ اس کی ادبی ثروت کو بڑھانے کی کوششیں نہیں کرتے اس وقت تک اس کو ذریعۂ تعلیم قرار دینا صحیح نہیں۔ ان حالات میں پنجابی کے موید ین ہمیں معاف فرمائیں گے اگر ہم یہ کہیں کہ ان کی یہ تجویز قبل از وقت بھی ہے اور ہمارے وسیع ترین مقاصد کے خلاف بھی۔ قبل از وقت اس لیے کہ ہنوز اسے ترقی و تکمیل کی بہت سی منزلیں طے کرنا ہیں۔ اور مضر اس لیے کہ اس نوع کی تجاویز سے ہمارے ان ملی مقاصد کو نقصان پہنچتا ہے جن کے لیے قریب قریب ایک صدی سے ہم کوشاں ہیں۔ خدا کے لیے اردو کو اب بغیر کسی مزاحمت کے آگے بڑھنے دیجیے۔ اور کوئی قدم ایسا نہ اٹھایے جس سے وحدتِ فکر کی بنی بنائی فضا کو نقصان پہنچے۔ ہاں پنجابی ہی نہیں۔ دوسری علاقائی زبانوں کی بھی ترقی و فروغ کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیے۔ ان سے کون روکتا ہے۔ لیکن ان کوششوں کو صرف اس نہج سے منظم کیجیے کہ کسی صورت سے بھی اردو سے تصادم نہ ہونے پائیں۔ اور اردو کی یہ حیثیت بہرحال قائم رہے کہ یہ ہماری علمی، تہذیبی اور ملکی زبان ہے اور اس میں ہمارا قیمتی ذخیرہ بھی ہے۔ یہ ہماری تہذیب و تمدن کی حفاظت کی بہترین ضامن ہے اور یہ کہ یہی وہ زبان ہے جسے ہمیں پورے ملک میں سرکاری زبان کی حیثیت سے رائج کرنا ہے۔